نمازی بننے کی تلقین نیز نماز میں لذت پیدا کرنے کے طریق از تحریرات حضرت مسیح موعودؑ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ / جون ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی:۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۞ (طٰہٰ:۱۵)

پھر فرمایا:

یہ آیت جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے یقیناً میں ہی وہ اللہ ہوں جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ بڑے زور اور شدت کے ساتھ اس میں توحید کا اظہار ہے اور بڑی شان کے ساتھ توحید کا اظہار ہے اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ یقیناً بے شک میں ہی ہوں وہ اللہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے فَاعْبُدْنِيْ پس میری ہی عبادت کر وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ اور نماز کو میرے ذکر کی خاطر پڑھا کر یا میرے ذکر کی خاطر قائم کر۔

یہ جتنی باتیں اس مختصر سی آیت میں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک بھی مسلمان کے لئے نئی نہیں اور کوئی ایسی بات بھی بظاہر اس میں بیان نہیں ہوئی جس سے اسے کوئی نئی خبر ملتی ہو۔ انسان اس آیت کو پڑھتا ہے اس کے زور اور شدت سے اور اس کی شوکت سے متاثر بھی ہوتا ہے لیکن ٹھہر کر غور

نہیں کرتا یہ ساری باتیں جو عام فہم ہیں اور ہر مسلمان کو پہلے سے معلوم ہیں اس شدت کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ کیوں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً آپ اگر کسی سے کہیں کہ کھانا کھایا کروتا کہ بھوک مٹ جائے تو کوئی بچہ شوخی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اور کس لئے کھانا کھایا جاتا ہے بھوک مٹانے کے لئے ہی تو کھایا جاتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کھانا کھایا کرو تا کہ بھوک مٹ جائے۔ اسی قسم کی عام فہم سادہ معروف باتیں ہیں جو اس آیت میں بیان ہوئی ہیں لیکن اس انداز سے اس خاص شوکت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں قوت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے خدا کوئی پیغام دینا چاہتا ہے جسے غافل بندہ نہیں سمجھتا اور دیکھتے ہوئے بھی اس طرح گزر جاتا ہے جیسے دیکھا نہیں یا دیکھنے کی ضرورت کوئی نہیں کیونکہ میں پہلے سے جانتا ہوں حالانکہ نہیں جانتا۔

اس میں جتنی باتیں بھی بیان ہوئی ہیں وہ سب وہ ہیں جن سے انسان یقیناً غافل ہے۔ خدا فرماتا ہے میں ہی وہ معبود ہوں جس کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں وہ اللہ ہوں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ انسان نے اپنی زندگی میں اتنے بت بنا رکھے ہیں، اتنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے خدا کے سوا کہ اسے روزمرہ کی زندگی میں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ زبان میری ایک خدا کے سوا کسی اور کا اقرار نہیں کرتی اور میرا دل اور میرا عمل اور میری توجہات اس ایک خدا کے سوا بہت سے دوسرے معبودات کی پرستش کرتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد فرمایا وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ نماز پڑھا کرو میرے ذکر کی خاطر، میری یاد کے لئے۔ اب آپ جانتے ہیں کہ خدا کے ذکر کے لئے ہی نمازیں پڑھی جاتی ہیں مگر اس فقرے پر ٹھہر کر سوچنا چاہئے تھا یا سوچنا چاہئے ہر مسلمان کو کہ یہ جو فرمایا گیا ہے تو میں اپنی نماز کو کم سے کم ٹٹول کے دیکھوں کہ کیا وہ ذکر کی خاطر ہی پڑھ رہا ہوں۔ میں جو صبح شام نمازیں پڑھتا ہوں کیا واقعۃً وہ نمازیں ذکر الٰہی سے معمور ہوتی ہیں۔

اس سوال کا جواب ہر انسان اپنے تجربے اور اپنے حالات کے مطابق اپنی نمازوں کی کیفیت کے مطابق دے سکتا ہے لیکن اگر بنظر غائر دیکھے گا، اگر حقیقت کی نظر سے دیکھے گا تو وہ عرفان کے کسی مقام پر بھی ہو وہ نفی میں جواب دے گا یعنی اپنے نفس کو نفی میں جواب دے گا کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ نماز ذکر الٰہی کے لئے ہے، خدا کی یاد کے لئے ہے اور اسی غرض سے نماز پڑھا کرو یعنی نماز کو ذکر الٰہی سے بھر دو تو اس تعریف کی رُو سے نماز کی جو شکل ظاہر ہوتی ہے وہ ہماری اکثر نمازوں میں

واقعۃً ظاہر نہیں ہوتی۔ ہماری اکثر نمازیں ذکر الٰہی سے اس طرح خالی ہوتی ہیں جیسے بعض دفعہ سوکھے ہوئے مالٹے شکل وصورت کے ساتھ دیکھنے سے اسی طرح رنگین اور خوش شکل اور بھرے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں بلکہ بعض دفعہ سوکھے ہوئے مالٹے زیادہ بھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ پھول بھی جاتے ہیں تھوڑے سے لیکن جب ان کو کھولتے ہیں تو ہر پھانک رس سے خالی ہوتی ہے۔ کہیں کہیں رس کا چھینٹا نظر آتا ہے۔ تو اس پہلو سے اگر انسان حقیقت کی نظر سے اپنی نمازوں کا جائزہ لے تو اس کی نماز کی اکثر پھانکیں ذکر الٰہی سے اسی طرح خالی دکھائی دیں گی ہاں کہیں کہیں چھینٹے نظر آئیں گے۔ پھر انسان اپنی نمازوں پر غور کرے جب وہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے یا تسبیح وتحمید کرتا ہے تو کس حد تک اس کی توجہ سورۃ فاتحہ کے مضمون کی طرف رہتی ہے اور تسبیح وتحمید کرتے وقت کس حد تک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ان اعلیٰ صفات کو دیکھ رہا ہوتا ہے جو اس کی زبان بیان کر رہی ہوتی ہے۔

اس نظر سے اگر آپ غور کریں تو ہر شخص جو اپنے اندر سچائی کا بیج رکھتا ہے اس کا جواب نفی میں ہوگا کہ بسا اوقات میری توجہات دوسرے مضامین کی طرف رہیں لیکن ذکر الٰہی کرتے وقت ایسا بھرپور ذکر کرنے کی مجھے توفیق نہیں مل سکی کہ مسلسل میری توجہ خدا کی طرف ہو۔ تو یہ جو فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ یہاں خدا تعالیٰ نے پہلے بیان کی جانچ کے لئے ہمارے سامنے ایک پیمانہ رکھ دیا۔ نماز وہ آئینہ ہے جس میں روزمرہ کی زندگی کی توحید یا روزمرہ کی زندگی کا شرک دکھائی دے دیتا ہے اور اس بیان کی تان جو اس بات پر توڑی گئی اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ تو متوجہ یہ فرمایا گیا ہے کہ تم لاکھ توحید کے دعوے کرو، لاکھ کہو کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے لیکن جب تم نمازوں میں میرے سامنے حاضر ہوگے اس وقت تمہاری توحید جانچی اور پہچانی جائے گی۔ دنیا میں تو تمہارے سامنے یہ عذر ہے کہ ہاں توحید تو ہے اپنی جگہ لیکن توحید کے سوا بھی تو وہ مشاغل ہیں۔ انسان نے زندہ رہنا ہے، دنیا کے کارخانے میں بسر اوقات کرنی ہے اسی لئے خدا سے توجہ ہٹ گئی تو کوئی حرج کی بات نہیں عمداً ایسا نہیں ہوا۔ دل توحید ہی کی طرف مائل ہے لیکن کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو کوئی حیلے، کوئی عذر پیش ہو نہیں سکتے اس کے سامنے کچھ عذروں کی پیش نہیں جاتی۔

پس دیکھیں خدا تعالیٰ نے کس حکمت کے ساتھ، کس شان کے ساتھ بندے کا جھوٹ اس پر

ظاہر فرما دیا۔ فرمایا ٹھیک ہے اگر تم واقعی توحید کے قائل ہو، اگر تمہاری ساری زندگی توحید ہی کی پرستش میں گزرتی ہے تو جس وقت خالصۃً میرے سامنے حاضر ہوتے ہو اس وقت تو تمہاری توحید کو خاص چمک دکھانی چاہئے۔ اس وقت تو سج بن کر تمہاری توحید ظاہر ہونی چاہئے نماز میں۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۲) کا ایک یہ مطلب ہے کہ اپنی توحید کو سجا کر خدا کے حضور لے کر جاؤ تا کہ نمازوں میں ظاہر ہو کہ ہاں کس حد تک تم مؤحد ہو۔ پس نماز کے آئینے میں روزمرہ کی زندگی دکھائی دیتی ہے اور ان دونوں کا بڑا گہرا تعلق ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے متعلق یہ روایات ملتی ہیں کہ آپ جب نماز نہیں بھی پڑھ رہے ہوتے تھے تو دل نماز میں اٹکا ہوتا تھا۔ یہ مطلب ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ کا۔ نماز کے باہر بھی جس کا دل نماز میں اٹکا ہوگا نماز میں جا کر اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ وہ غیر اللہ کو تو پھر وہ دل پیش نہیں کرسکتا لیکن اس کے برعکس اگر نماز کی حالت میں دل باہر اٹکا ہو تو پھر ایسے شخص کا توحید کا دعویٰ خام تو ہوسکتا ہے۔ اسے ہم جھوٹا نہ بھی کہیں تو یقیناً یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس کی توحید میں بہت سی کمی رہ گئی ہے، بہت حد تک خام ہے اور اسے خود اس کا علم نہیں۔ پس یہ بیان جو بالکل سادہ اور عام فہم اور روزمرہ کا دیکھا بھالا معلوم ہوتا تھا جب آپ اس پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے نئے مضامین ہیں اس سے پہلے توجہ ہی نہیں اس طرف گئی۔

پس اس پہلو سے آپ اب اپنی نمازوں کو دوبارہ دیکھیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا دل نماز سے باہر رہتے ہوئے نماز میں اٹکا ہوتا تھا اور ہمارا دل نماز میں رہتے ہوئے نماز سے باہر اٹکا ہوتا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ ہر انسان کا دل ہر روز کسی نہ کسی آویزش کی جگہ لٹک جایا کرتا ہے اور اٹک جایا کرتا ہے۔ جس طرح آپ کوئی چیز کسی کھونٹی سے لٹکاتے ہیں روزمرہ کی زندگی میں میں نے تجربہ کیا ہے کہ ہر انسان اس دن کسی نہ کسی لذت سے اپنا دل لٹکا دیتا ہے اور وہ اس کے اس دن کا معراج ہوتا ہے۔ چنانچہ بچے بعض دفعہ جن کو وہ خاص کھانا پسند ہو اور ان کو پتا ہو کہ سکول سے آنے کے بعد وہ کھانا ضرور پکا ہوگا سارا دن سکول میں ان کا دل اس کھانے میں اٹکا ہوتا ہے اور واپس آکر اگر دیکھیں کہ وہاں کھانا وہ نہیں ہے تو پھر ان کی کیفیت دیکھیں کیا حال ہوتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ سارا دن ان کا ضائع ہوگیا اور تباہ ہوگیا۔

چنانچہ انسان بھی اسی بچپن کی حالت سے گزرتا ہوا جوانی تک پہنچتا ہے اس کے دل کے اٹکنے کی جگہیں تو مختلف ہوسکتی ہیں مگر عادت نہیں بدلتی۔ وہ دل اپنا اٹکا تا ضرور ہے کہیں نہ کہیں اور ہر روز اس کی لذت کا ایک خاص معیار مقرر ہو جاتا ہے کہ آج یہ ہوگا اور مزہ آئے گا۔ جو کھیلوں کے شوقین ہیں مثلاً آج کل ٹینس کی کھیل ہو رہی ہے۔ وہ کسی کام پہ بھی چلے جائیں ان کا دل ٹینس میں اٹکا ہوتا ہے۔ جو کرکٹ کے شوقین ہیں جب کرکٹ کا ٹیسٹ ہو رہا ہوتا ہے تو خواہ وہ کھانا کھا رہے ہوں، خواہ وہ کچھ اور کام کر رہے ہوں ان کا ذہن ہر وقت اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب کرکٹ کی خبر آئے یا کب مجھے موقع ملے تو میں ٹیلی ویژن پر کرکٹ کو دیکھوں۔ دل کے اٹکانے کی جگہیں تو بدل جاتی ہیں ضروری نہیں کہ ہر دفعہ کھانا ہی رہے لیکن جگہیں ضرور ہوتی ہیں اور یہ عادت انسان کی ایسی پک چکی ہوتی ہے بچپن سے کہ وہ پھر اس کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

اس پہلو سے جب آپ اپنی نمازوں کا جائزہ لیں تو جہاں جہاں بھی آپ کا دل اٹکتا ہے آپ کی نمازوں میں بھی اسی طرف توجہ رہتی ہے۔ کوشش کر کے جدو جہد کر کے آپ اسے نماز کی طرف واپس لاتے ہیں اور پھر طبعی طور پر ایک بے اختیار کشش کے ساتھ آپ کا دل اس طرف مائل ہو جاتا ہے جہاں آپ نے اس کو خود لٹکا دیا ہے۔ تو توحید پھر کیسی ہوئی؟ یہ تو بالکل اس منظر کے برعکس منظر ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی نمازوں کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ آپ باہر ہیں اور دل نماز میں ہے۔ ہم نماز میں ہوتے ہیں اور ہمارا دل باہر ہوتا ہے۔

اس پہلو سے ہمیں اپنی نمازوں پر بہت ہی محنت کرنی پڑے گی، بہت ہی زیادہ غیر معمولی توجہ کی ضرورت ہے اور اس توجہ سے پہلے جیسا کہ میں نے پچھلے خطبے میں بھی بیان کیا تھا ہمیں نمازوں کو ظاہری طور پر قائم کرنے کے لئے تو بہر حال ایک محنت کرنی پڑے گی۔ جن کی نمازوں کا وجود قائم ہو جائے اپنی ظاہری شکل میں ان کے اندر تو رس بھرنے کی باتیں سوچی جاسکتی ہیں مگر جن کے ہاں ظاہری وجود ہی قائم نہ ہوا ہو اس میں رس کیا بھریں گے، اس کی کیفیت کو تبدیل کرنے کے لئے کوشش کیا کریں گے، منصوبہ کیا بنائیں گے۔ اس لئے بہت سے مراحل جماعت احمدیہ کو درپیش ہیں اور وہ ابھی ابتدائی حالت میں ہیں۔ نمازیں بہت سی منازل سے گزرنے کے بعد پھر اس مقام تک پہنچتی ہیں جہاں پھل پکا کرتے ہیں اور ان پھلوں کو شرینی نصیب ہوتی ہے اور ان کی لذت پھر روح کے لئے غذا

کا موجب بنتی ہے اور سرور کا موجب بنتی ہے۔

اس پہلو سے میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات چنے ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا کہ ایک عارف باللہ کی نمازوں کو دیکھ کر آپ اندازہ کر سکیں کہ ابھی کتنا لمبا سفر ہے جو ہمیں کرنا ہے، کتنے خلا ہیں جنہیں ہمیں پُر کرنا ہے، کتنی منازل ہیں جنہیں طے کرنے کے بعد پھر ایک لمبے عرصے کے سفر اور صعوبت کے بعد ہمیں وہ نماز میسر آسکتی ہے جو دراصل مقصود بالذات ہے۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ لیکن ان اقتباسات سے پہلے میں اسی آیت میں جو خدا تعالیٰ نے ہماری لئے حل پیش فرمایا ہے اس کے متعلق آپ کے سامنے کچھ مزید بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جب آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات سنیں گے تو اکثر سننے والوں کے دل دہل جائیں گے اور اکثر سننے والے جو تقویٰ کا بیج رکھتے ہیں اور اپنی حالت سے باخبر ہیں وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ نمازیں تو ہمارے بس کی نہیں۔ یہ تو اتنی بلند ہیں اور اتنی مشکل ہیں کہ اگر نماز یہ ہے تو پھر ہم پتا نہیں کیا پڑھتے ہیں۔ دل میں خوف پیدا ہوگا اس لئے اگر چہ اس خوف سے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں اس کا حل میں آپ کے سامنے رکھوں گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس آیت میں اس کا حل موجود ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ میں جو لفظ '' ذکر '' ہے اس میں نمازوں کو آسان کرنے کی کنجی موجود ہے۔ ذکر سے مراد ہے یاد۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری یاد کی خاطر نماز پڑھا کرو۔ یعنی جب تم نماز میں حاضر ہو تو مجھے یاد کیا کرو اور اگر آپ نماز کے ظاہری قشر یعنی اس کے جو ظاہری چھلکا سا یا خول ہے نماز کا اس سے گھبرا نہ جائیں اور یہ نہ سوچیں کہ جتنی جلدی اس خول سے میں باہر آؤں اتنا بہتر ہے تا کہ کچھ آزادی کا سانس لوں۔ تو پھر کیا کریں یہ اس کا حل ہے جو اس آیت میں پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا ہے جتنی دیر تم نماز کی حالت میں ہو یہ یاد رکھو کہ صرف لفظ پڑھنا مقصد نہیں ہے، اللہ کی یاد مقصد ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی یاد کیا کرو۔ اب خدا کی یاد اگر آپ کسی بھی حالت میں کریں اس میں لذت ہوتی ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ نماز سے گھبرا کر اس کے الفاظ سے گھبرا کر اگر آپ آرٹیفیشل یا مصنوعی طور پر آپ نماز ادا کرتے رہیں تو آپ کو ساری عمر کی نمازوں میں بھی کبھی لذت نہیں ملے گی۔ اگر آپ یہ

سمجھیں کہ ایک Formality ہے، ایک رسم ہے جس میں سے ہم نے گزرنا ہے اور جو الفاظ ادا کرنے ہیں گویا کہ یہ ٹکسالی الفاظ ہیں، الفاظ ادا ہوئے اور نماز کا حق ادا ہو گیا اور چھٹی مل گئی۔ تو اس حالت کی نمازیں اگر ہزار برس بھی آپ پڑھتے رہیں تو آپ کو کوئی مزہ نہیں آئے گا لیکن اگر باشعور طور پر اپنی نماز میں خدا کی یاد داخل کرنے کی کوشش کریں تو نماز کے ہر لفظ میں خدا کی یاد کی کھڑکی آپ کو مل سکتی ہے اور ہر لفظ خدا کی یاد کی کوئی نہ کوئی کھڑکی کھولتا ہوا آپ کو دکھائی دے گا پھر آپ اسی نماز میں سے وہی الفاظ پڑھتے ہوئے ہر روز ایک نئے خدا کا نظارہ کر سکتے ہیں۔ ذکر کی تعیین نہیں فرمائی گئی کہ میرا ذکر کیا کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر ہر انسان کی کیفیت کے مطابق بدلتا رہتا ہے ہر انسان کی اپنی حالت کے مطابق بدلتا رہتا ہے، ہر انسان کے شعور، اس کے علم، اس کے ذاتی تجارب کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اور پھر جس کیفیت میں سے وہ گزر رہا ہے اس کے نتیجے میں بھی ذکر کا مضمون بدلتا رہے گا۔ فرمایا جس طرح کے تم ہو، جس حال میں تم ہو اس حال کی نسبت سے خدا کا تصور باندھو۔ اب آپ جب کہتے ہیں **سبحان ربی العظیم** تو تین کھڑکیاں کھلی ہیں اس میں ذکر کی اور ہر کھڑکی سے آپ ایک ہی خدا کے مختلف نظارے کر سکتے ہیں۔ سبحان جب آپ کہتے ہیں پاک ہے تو ہر شخص کی اپنی پاکیزگی کی حالت کی نسبت سے اس کا پاکی کا تصور بنتا ہے۔

؎ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ہر شخص کے تصور کی چھلانگ اس کی اپنی ہمت اس کی طاقت اور اس پلیٹ فارم کی اونچائی پر منحصر ہے جہاں وہ کھڑا ہے۔ تو سبحان کا تصور بھی ہر شخص کا مختلف ہے۔ بعض لوگ جو گناہوں میں ملوث ہیں، بار بار کی کوشش کر رہے ہیں گناہوں سے چھٹکارا نہیں ملتا اور پھر ایک نہیں متعدد بیماریوں میں مبتلا ہیں وہ جب سبحان پڑھتے ہیں تو ان کے ذہن میں وہ ابتدائی گناہ آئیں گے اور کثرت کے ساتھ ذہن کبھی اس گناہ کی طرف جائے گا کبھی اس گناہ کی طرف جائے گا۔ کبھی اس کمزوری کی طرف کبھی اس کمزوری کی طرف اور انسان سوچے گا کہ سبحان میں کہہ رہا ہوں اپنے رب کو اور میرا یہ حال ہے۔ اللہ میں یہ بات بھی نہیں ہے، یہ بات بھی نہیں ہے، یہ بات بھی نہیں ہے، یہ بات بھی نہیں ہے۔ سبحان ایک منفی ذکر کی کیفیت کا نام ہے لیکن اس سے پھر حمد کی طرف توجہ منتقل ہو جاتی ہے۔ جب ربی کہتے ہیں آپ تو فرماتے ہیں میرا رب ہے یہ اور جب اپنے گناہ کے طرف متوجہ ہوتے ہیں تو پھر

سوچتے ہیں کہ اچھا پھر یہ میرا رب کیسے ہو گیا یہ تو کسی اور کا رب نظر آ رہا ہے۔ میرا تو یہ حال ہے مجھے تو شرم آتی ہے اس رب کی طرف منسوب ہوتے ہوئے۔ جس طرح بعض لوگ کسی بری حالت میں پکڑے جائیں تو اپنے ماں باپ کا نام ظاہر کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ وہ نہیں بتانا چاہتے کہ وہ کس کے بیٹے ہیں یا کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ بڑے بڑے معروف لوگوں کے بچے کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں تو جاسوسوں کو بڑی تحقیق کے بعد پتا کرنا پڑتا ہے کہ وہ ہیں کون۔ ان کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اخباروں میں چھپ جائے گا شہرت و تشہیر ہو جائے گی اور ہمارے خاندان کی بدنامی ہو گی۔

یہاں اس طرح تشہیر کا تو سوال نہیں یہ ایک راز ہے خدا اور بندے کے درمیان لیکن ایک سچا بندہ جب سبحان کے مضمون پر غور کرتا ہے تو بہت سی باتیں اس کو ایسی معلوم ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں ربی کہنے کے وقت اس کے وجود کو ایک شدید جھٹکا محسوس ہوتا ہے۔ وہ اچانک سوتا ہوا بیدار ہو جاتا ہے کہ اچھا میرا رب اور اگر واقعی میرا رب ہے تو پھر مجھے کچھ نہ کچھ اس کے لئے کرنا پڑے گا ورنہ میرے رب کہنے سے تو میرا رب نہیں بن جائے گا یہ تو مجھے کوئی اور رب معلوم ہوتا ہے۔

پھر عظیم کا لفظ آپ کو بتاتا ہے کہ میں نے جو گناہ کئے ہیں میں نے اپنی نظر میں عظمتوں کے تصور باندھے ہیں اپنے لئے اور میں ان کی پیروی کر رہا ہوں۔ جب میں خدا کی بات کرتا ہوں تو اس کی عظمت کا تصور مختلف ہے میرے تصور سے حالانکہ عظیم تو خدا ہے۔ وہ اس لئے عظیم ہے کہ ان برائیوں سے پاک ہے۔ میں ان برائیوں میں رہتے ہوئے عظیم بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تو عظمتوں کے تصور میں جو اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں وہ انسان کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں اور انسان اپنی سوچوں میں نئی تبدیلیاں پیدا کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن ذکر کی نیت سے اگر نماز میں داخل ہو تو پھر یہی نہیں بے شمار ایسے مواقع ہیں جن میں انسان اپنے اپنے رنگ میں اپنی اپنی کیفیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی یاد کر سکتا ہے۔ پھر غم کی حالت کی یاد اور ہوتی ہے، خوشی کی حالت کی یاد اور ہوتی ہے۔ غم کی حالت میں تو ہم عموماً خدا کی طرف جھکتے ہی ہیں، خوشی کی حالت میں نسبتاً بہت کم جھکتے ہیں اور صرف خدا کے شکور بندے ہیں جو اس وقت خدا تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہوتے ہیں لیکن اگر ہر انسان مؤحد ہو تو پھر خواہ غم ہو خواہ خوشی ہو لازماً اسے خدا کی طرف جھکنا پڑے گا، بے اختیار وہ خدا کی طرف جھکے گا کیونکہ مؤحد کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سوا ہے ہی کوئی نہیں اور جائے گا کہاں پھر۔ حضرت مصلح موعودؓ

اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

ے میں ترا در چھوڑ کر جاؤں کہاں
چین دل آرام جاں پاؤں کہاں (کلام محمود صفحہ: ۱۰۴)

اور در ہے ہی کوئی نہیں تو میں کہاں تلاش کروں اگر ہوتا بھی تو خیال بھی آتا کہ چلو یہاں نہیں وہاں چلے جائیں۔

توتو حید اور ذکر کا گہرا تعلق ہے۔توحید آپ کو ذکر کی طرف دھکیلتی ہے اور ذکر آپ کے اندر توحید کی نئی شان پیدا کرتا ہے،توحید کے نئے عرفان آپ کو بخشتا ہے۔پس اس آیت میں توحید اور ذکر کے گہرے تعلق کو بڑی شان کے ساتھ ، بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اور اس تعلق کی بناء پر ہماری نمازیں زندہ ہوسکتی ہیں اور ہم شرک سے توحید کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔اس لئے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔نمازوں کے متعلق جو عظیم الشان کیفیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے تجارب کی روشنی میں میں آپ کے سامنے رکھوں گا اس سے گھبرائیں نہیں۔اپنی اپنی توفیق کے مطابق نماز کو یاد کا ذریعہ بنالیں اور جب بھی نماز میں جائیں یہ فیصلہ کریں کہ کوئی نہ کوئی نیا طریق اختیار کرتے ہوئے اپنی نماز میں اللہ کی یاد کو ضرور بسانا ہے اور جب نماز سے نکلیں تو یہ سوچ لیا کریں کہ اس نماز میں آپ نے کتنا خدا کو یاد کیا تھا،کس رنگ میں یاد کیا تھا۔اگر داخل ہونے سے پہلے یہ عہد کریں اور نکلتے وقت یہ سوچ لیا کریں تو ہر روز آپ کو شروع شروع میں بہت سی ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑے گا۔بعض دفعہ مسلسل آپ گھبرا اٹھیں گے دیکھ کر کہ اکثر نمازیں خالی گزر گئیں اور پھر رفتہ رفتہ خدا توفیق بڑھاتا چلا جائے گا۔ وہ توفیق کیسے بڑھتی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس مضمون پر بھی کافی روشنی ڈالی ہے۔وہ آپ ہی کے الفاظ میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔فرماتے ہیں:

”جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لئے ہوتو اس کا نام صلوٰۃ نہیں“

یہ بہت ہی اہم نکتہ ہے سمجھنے والا کیونکہ بہت سے لوگ بارہا مجھے لکھتے ہیں کہ ہم نے تو فلاں ضرورت کے لئے ہی نماز پڑھ لی ہیں بہت رو رو کے دعائیں کی ہیں کوئی نہیں سنتا خدا۔بعض بچے جو سکول امتحان دے رہے ہیں آج کل وہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے تو پوری نمازیں شروع کی ہوئی ہیں امتحان کی خاطر اور بڑی دعائیں کرتے ہیں مگر خدا کوئی نہیں سنتا بالکل بھی۔آپ کو وہم ہے کہ خدا سنتا

ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’جب انسان کی دعا محض دنیاوی امور کے لئے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے (اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ کی یہ تفسیر ہے) اور ادب، انکسار، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔ اصل حقیقت دعا کی وہ ہے جس کے ذریعے سے خدا اور انسان کے درمیان رابطہ تعلق بڑھے۔ یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے اور انسان کو نامعقول باتوں سے ہٹاتی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان رضائے الٰہی کو حاصل کرے۔ اس کے بعد روا ہے کہ انسان اپنی دنیوی ضروریات کے واسطے بھی دعا کرے۔ یہ اس واسطے روا رکھا گیا ہے کہ دنیوی مشکلات بعض دفعہ دینی معاملات میں حارج ہو جاتی ہیں۔ خاص کر خامی اور کچ پنے کے زمانہ میں یہ امور ٹھوکر کا موجب بن جاتے ہیں۔ صلوٰۃ کا لفظ پر سوز معنی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے ویسی ہی گدازش دعا میں پیدا ہونی چاہئے۔‘‘ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ: ۲۸۳۔۲۸۴)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’نماز کیا چیز ہے؟ نماز اصل رب العزت سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی۔ اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے۔ اسی طرح پھر گریہ اور بکا کی لذت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو اسی طرح اس بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہیں۔‘‘

بہت سے لکھنے والے مجھے بار ہا یہ لکھتے ہیں کہ ہمیں نماز میں مزہ نہیں آرہا پھر فائدہ کیا نماز کا۔ نماز میں خدا کی طرف دل نہیں جاتا تو پھر فائدہ کیا ایسی نماز کا۔ بعض یہاں تک بھی لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے نماز چھوڑ دی ہے اب کوئی فائدہ نہیں کیونکہ بیچارے مریض ہیں ان کو اپنی کیفیت کا پتا نہیں اپنی بیماری کی شناخت بھی نہیں اس لئے وہ نہیں جانتے کہ کیا کرنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو خدا نے مسیحا بنایا تھا اس زمانے کے لئے۔ آپ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کہتے ہیں تو سوچتے ہی نہیں کہ آپ کی بیماریوں کی شفا کی خاطر خدا نے بھیجا ہے۔ مسیحا کے نسخے دیکھیں گے تو شفا پائیں گے خالی مسیحا کہنے سے تو شفا نہیں پا جائیں گے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریروں کو ایک طبیب حاذق کی تحریروں کے طور پر پڑھا کریں۔ پھر آپ حیران ہوں گے کہ کتنے نسخے ہیں۔ میں تو حیران رہ جاتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریروں میں نسخوں کے انبار دیکھ کر یعنی ایک نسخہ نہیں ہے، دو نسخے نہیں ہیں جس طرح بیاضیں لکھی جاتی ہیں بعض بیماریوں پر اس طرح ایک ایک بیماری کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اتنے مختلف نسخے بیان فرما دیئے ہیں کہ ان سب کو اکٹھا جب انسان پڑھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ سارا بوجھ ہی میری ذات پر آ پڑا ہے۔ میں کیسے یہ سارے نسخے استعمال کرلوں گا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ مریض کے مرض کی تشخیص کے مطابق نسخے مختلف ہوتے ہیں اور **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام میرے اور آپ کے صرف معالج نہیں تھے اس سارے زمانے کے معالج بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس تمام زمانے کے لئے مسیح تھے اور امام الزماں تھے۔ اس لئے آپ کی کتب میں آپ کی تحریروں میں بے شمار مختلف قسم کے آپ کو نسخے ملیں گے آپ کا کام ہے اپنے لئے مناسب حال نسخہ چنیں اور پھر آپ کو جب آپ کہیں گے مسیح موعود تو پھر بڑا مزہ آئے گا کہ ہاں واقعی! اس مسیحا سے میں نے بھی شفا پائی ہوئی ہے۔** تو آپ فرماتے ہیں:

''اس بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہیں۔''

کیسا عمدہ کلام ہے۔ ایک شخص جو عارف باللہ نہ ہو وہ کہے گا لعنت پڑے اس نماز پر چھوڑ و اس نماز کو۔ اس نماز پڑھنے کا کیا فائدہ لیکن آپ جانتے ہیں کہ اسی نماز میں سے پھر وہ نماز حاصل ہوگی۔ اسی کی کوک سے وہ نماز پیدا ہوگی جو اس وفا کے نتیجے میں خدا کے انعام کے طور پر ملتی ہے کہ مزہ نہیں آرہا

ایک کوفت بھی ہو رہی ہے بظاہر مصیبت پڑی ہوئی ہے لیکن ایک وفا شعار بندہ پھر بھی اس نماز کو چھوڑنے پر تیار نہیں:

؎ وہ خوش قسمت ہیں اس مجلس میں جو گر پڑ کے جا پہنچے

وہی کیفیت ان لوگوں کی ہو جاتی ہے پھر۔ شروع میں گرتے پڑتے ہیں، مصیبت میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں اٹھا جاتا نہیں، نیند کا غلبہ ہے پھر بھی زور لگا کر اٹھتے ہیں۔ اس وقت بظاہر ان کی نماز نماز نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ اس حالت کو جانتا ہے اگر وہ وفا کے ساتھ، سچے جذبے کے ساتھ اس حالت پر قائم رہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اسی سے پھر خدا تعالیٰ سچی نماز پیدا کر دے گا۔

''اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور ذوق پیدا ہو یہ دعا کرے کہ اے اللہ! تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں''

کیسا عجیب کلام ہے تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں میں تجھے نہیں دیکھ رہا لیکن یہ شعور ضرور رکھتا ہوں کہ تو مجھے دیکھتا ہے

''اور میں اس وقت بالکل مردہ حالت میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آ جاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہیں سکے گا لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔ تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے، تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جاملوں۔ جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقت پید کر دے گی'' (ملفوظات جلد ۲ صفحہ: ۶۱۵ ۔ ۶۱۶)

تو اسی نماز سے وہ نمازیں پیدا ہوں گی اور لازماً پیدا ہوں گی۔ اگر آپ شعور کے ساتھ اور وفا کے ساتھ اس پر قائم رہیں اور خدا سے التجا کرتے رہیں اور اگر آپ غفلت کی حالت میں باہر لٹکے

ہوئے دل کی طرف دیکھتے رہیں گے کہ کب نماز سے فارغ ہوں اور میں وہاں مزے کی جگہ پر پہنچوں تو پھر یہ نمازیں دس ہزار برس بھی پڑھیں گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ نسخہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم بیماروں کے لئے لکھا ہے اس لئے ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ''نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو۔ اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو۔''

بعض لوگ جو نمازی ہوں اور ان کی بیویاں نمازی نہ ہوں یا بچے نمازی نہ ہوں ان کے لئے بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ گھر میں نماز پڑھتے ہیں اور اپنے گھر میں بچے نا آشنا نظروں سے ان کو دیکھتے ہیں، اجنبی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ یہ جاہل پتا نہیں کہاں سے ہمارے گھر میں آ گیا ہے اور بعض دفعہ ایسے لوگ اس تبصرے میں جو خواہ خاموش ہو یا زبان سے کیا ہو زیادہ دیر برداشت نہیں کرتے پھر وہ سستی دکھاتے ہیں پھر وہ کمزوری دکھاتے ہیں۔ بعض عورتیں بھی مجھے اس قسم کی باتیں لکھتی ہیں کہ ہم نمازیں پڑھتی ہیں ہمارا خاوند ہمارا انداق اڑاتا ہے بے پرواہ ہے۔ اس کو دنیا کے سوا کوئی ہوش نہیں ہے اس کی وجہ سے ہماری نمازوں پر برے اثر پڑ رہے ہیں۔ وہ کیوں پڑھتی ہیں اس لئے کہ وہ اس تنقید کو کچھ وقعت دیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ کچھ نہ کچھ اس تنقید کرنے والے کا میں لحاظ کروں کچھ اس کی خاطر اپنی نمازوں میں کمی کر دوں۔ کچھ اس قسم کے خیالات اٹھتے ہوں گے جس کی وجہ سے پھر نمازیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے یہ خیال آیا کہ اس قسم کے بھی گھر ہیں جو نماز پڑھنے سے ہو سکتا ہے غارت ہو جائیں، گھروں کا امن مٹ جائے، فساد شروع ہو جائیں۔ جب تک خدا کی طرف سے یہ عرفان نصیب نہ ہوا ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال نہیں آ سکتا مگر چونکہ خدا نے آپ کو معالج مقرر فرمایا تھا اس لئے خود ہی ہر قسم کے مریضوں کے علاج کے نسخے بھی عطا فرما رہا تھا۔ آپ فرماتے ہیں'' وفا اور صدق کا خیال رکھو اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو''۔ کوئی دنیا کا مولوی اس قسم کی بات سوچ ہی نہیں سکتا کہ اگر نماز سے سارا گھر غارت ہوتا ہو، وہ تو کہے یہ تو نعوذ باللہ کلمہ کفر ہے کہ

نماز سے گھر غارت ہوتا ہو لیکن اس کو ان کوچوں کی خبر نہیں ہے۔ وہ عرفان باللہ نہیں رکھتا اس لئے وہ ان باریک اسرار سے واقف نہیں ہے۔ ایک اور بھی بیماری ہے۔ بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ہی وہ سمجھتے ہیں کہ اس نماز کے نتیجے میں ہمیں کچھ ملنا چاہئے۔ اگر وہ نہیں ملتا تو وہ نماز سے بددل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ایسے بھی لوگ ہیں جن کو نماز پڑھنے کے دوران، جب وہ نمازیں شروع کرتے ہیں مثلاً نئی نئی اگر کوئی ابتلا آ جائے تو وہ سمجھتے ہیں یہ نماز کی نحوست ہے۔ ان لوگوں کا بھی ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''وہ کافر اور منافق ہیں جو کہ نماز کو منحوس کہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ نماز کے شروع کرنے سے ہمارا فلاں فلاں نقصان ہوا ہے۔ نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں جو اسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے۔ جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزہ نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے، اخلاق کو درست کرتی، دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزہ دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے۔ لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر ان کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں۔''

کیسا عظیم کلام ہے، کیسا عارفانہ کلام ہے۔ دین پر بھی نظر ہے دنیا پر بھی نظر ہے اور ان دونوں کے رابطوں پر بھی گہری نظر ہے۔ فرماتے ہیں کہ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دنیا کی لذتوں پر تم ہزاروں روپے خرچ کرتے ہو جس قدر توفیق ہے خرچ کرتے چلے جاتے ہو اور خوب جانتے ہو کہ ان لذتوں کی پیروی کے بعد پھر مصیبتیں ہیں، پھر بیماریاں ہیں، پھر کئی قسم کے بدنتائج ان سے پیدا ہوتے ہیں۔ فرمایا:

''اور یہ مفت کا بہشت ہے (یعنی نماز جو اس سے ملتا ہے) قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔'' (ملفوظات جلد ۳ صفحہ: ۵۹۱-۵۹۲)

اب یہ غور طلب بات ہے کہ اگر اس دنیا میں جنت نصیب نہ ہوئی ہو تو اس دنیا میں پھر جنت نہیں ملے گی۔ بخشش اور چیز ہے لیکن جو لذتوں سے محرومی ہے وہ پھر بھی اپنی جگہ قائم رہ جاتی ہے اور یہ

ایک ایسی بیماری ہے جس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

ابھی چند دن کی بات ہے ایک ہمارے گھر مہمان تشریف لائے ہوئے تھے۔انہوں نے کہا مجھے تو آم میں کوئی بھی مزہ نہیں آتا بالکل۔ میں تو برداشت ہی نہیں کرسکتا۔ مجھے آم بدبودار چیز لگتی ہے اوراسی طرح بعض اوراور چیزوں کے نام لئے کہ مجھے یہ بھی برا لگتا ہے یہ بھی برا لگتا ہے۔کسی اور نے کہا جب خدا لذتوں سے محروم رکھے تو کیا کرسکتا ہے انسان۔ جب خدا اپنی نعمتوں سے کسی کو محروم رکھے تو کیا کرسکتا ہے۔ یہ جو دنیاوی نعمتیں ہیں ان میں آپ جانتے ہیں کہ جب نعمت کی لذت نہ پیدا ہو تو بے اختیاری کی کیفیت ہوتی ہے۔ناراضگی نہ بھی ہو تب بھی محرومی محرومی ہے۔

تو وہ جن کو اس دنیا میں ذکر الٰہی کی لذت نصیب نہیں ہے یہ ان کا وہم ہے کہ اس دنیا میں ذکر الٰہی کی لذت مل جائے گی یعنی جنت مل جائے گی۔ دو جنتیں کہہ کر خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ اگلی جنت اس جنت سے کچھ مختلف نہیں ہے۔اسی قسم کی ہے۔پس جسے اس دنیا میں ذکر الٰہی سے تنافر پیدا ہو، گھبراہٹ ہو، وہ دور ہٹنے کی کوشش کرے، وہ سمجھے کہ ذکر الٰہی ختم ہو تو پھر کوئی اور ذکر چلے تو اس شخص کو اگر اگلی دنیا میں ذکر کے سوا کچھ ملے ہی نہ تو اس بیچارے نے تو بور ہی ہونا ہے اس کو جنت کہاں سے مل جائے گی۔وہی اس کے لئے جہنم بن جائے گی۔

اس لئے ایسے مضامین نہیں ہیں جن پر آپ غفلت کی نظر ڈال کر آگے گزر جائیں۔ یہ ٹھوس حقیقتیں ہیں جن کا اس دنیا سے بھی تعلق ہے اس دنیا سے بھی تعلق ہے۔اگر آپ ان پر غور نہیں کریں گے اور آنکھیں بند کر کے زندگی بسر کردیں گے تو ہوسکتا ہے آپ کو محسوس بھی نہ ہو کہ آپ نے کیا کھو دیا ہے اور پھر اتنا وقت گزر چکا ہو کہ اس کے بعد پھر وقت تھوڑا رہ جائے پھر نماز کی لذت حاصل کے لئے جو زمانہ درکار ہے وہ زمانہ میسر نہ رہے۔اس لئے فکر کریں ان باتوں کی۔جن نمازوں کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ نمازیں ہیں کیونکہ ہمیں ان کی بڑی ضرورت ہے۔ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔جماعت احمدیہ کی بقا کا سوال ہے۔ ہماری اگلی نسلوں کی بقا کا سوال ہے۔ہم اس صدی کے جوڑ پر جا پہنچے ہیں جہاں ایک صدی کی صفات دوسری صدی میں منتقل ہونے والی ہیں۔اگر آج ہم بے نمازی رہے تو اس جوڑ سے پھر آگے نمازیں نہیں گزر سکتیں۔ پھر ایک بے نماز نسل آگے آنے والی ہے۔ جوڑوں کو تو دوہرے رنگ میں مضبوط کیا جاتا ہے۔اس لئے خصوصیت کے ساتھ نمازوں کی

طرف توجہ کریں تا کہ اس صدی کا اس صدی کے سر سے جو جوڑ ہو اس جوڑ کو باندھنے والی چیز نماز بن جائے۔ ہر جوڑ کی مضبوطی کے لئے کوئی مسالہ استعمال کیا جاتا ہے کسی خاص Metal کو وہاں مضبوطی کے ساتھ زائد پیوست کر دیا جاتا ہے۔

تو نماز کے ذریعے اپنی اس صدی کا بندھن دوسری صدی کے ساتھ قائم کریں اور اگر اس طرف ہم متوجہ ہو جائیں تو اگر چہ وقت بہت تھوڑا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جتنا وقت باقی رہ گیا ہے اس میں بے نمازی بچوں کو نمازی بنانا، بے نمازی خاوندوں کو نمازی بنانا، بے نمازی بیویوں کو نمازی بنانا، بے نمازی بھائیوں اور بہنوں کو، بیٹوں اور بیٹیوں کو نمازی بنانا۔ بہت بڑا کام پڑا ہوا ہے اور پھر نمازی بناتے ہی اس طرف متوجہ کرنا کہ یہ تو ابھی صرف خول تمہیں ملا ہے ابھی تم نے بہت کچھ بھرنا ہے اس میں۔ کئی رنگ دینے ہیں، کئی خوشبوئیں عطا کرنی ہیں، کئی لذتیں اس میں بھرنی ہیں۔ کتنی بڑی محنت کا کام ہے۔ تو بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے لیکن اگر درد دل پیدا کریں، اگر خدا کی محبت میں محو ہو کر اس کے پیار کی خاطر یہ کام شروع کریں رسمی طور پر نہیں بلکہ ذکر الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور پھر اسی سے مدد مانگیں اور اس طرح دعائیں کریں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھائی ہیں اپنی بے بسی بے چارگی کا اظہار کریں، اپنے اندھے پن کا اظہار کریں اور کہیں میں تو بھٹک گیا اس دنیا میں کوئی چارہ نہیں رہا سوائے تیری رہنمائی، تیری ہدایت کے۔ اپنی راہنمائی کا عصا ہمارے ہاتھ میں تھما دے تا کہ جب تک نظر نہیں آتا ہم اسے ٹیک ٹیک کر، اس سے رستے ٹٹول ٹٹول کر چلنا تو شروع کریں۔ خدا سے بصیرت مانگیں، خدا سے نور مانگیں تو خدا کے فضل کے ساتھ یہ کام آسان ہو جائیں گے۔

دعا میں بہت بڑی طاقت ہے۔ بارہا میں نے یہ تجربہ کیا ہے، بے انتہا میں نے اپنی ذات میں یہ مشاہدہ کیا ہے کہ باوجود توجہ کے بسا اوقات انسان دعا سے غافل ہو کے نقصان اٹھا جاتا ہے اور اچانک جب دعا کا خیال آتا ہے تو مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ اتنے کام اکٹھے ہو جاتے ہیں کہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک دن میں یہ کام ہو سکتے ہیں اور الجھا رہتا ہے آدمی کہ کس طرح اب میں اس کام کو سمیٹوں۔ اچانک دعا کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے کہ اے خدا! تو وقت کا مالک ہے تو آسان کر دے۔ تھوڑے وقت میں زیادہ کام بھر دے اور یوں لگتا ہے کہ جس طرح کام

اس طرح سمٹ گئے ہیں کہ تھوڑی سی جگہ میں بھرنے کے باوجود جگہ باقی رہ گئی ہے۔

تو خدا میں بے شمار قدرتیں ہیں دعا کے ذریعے ان قدرتوں سے خدا کا بے قدرت بندہ بھی استفادہ کرسکتا ہے۔ اپنے آپ کو بے قدرت مانے اور تسلیم کریں اور خدا کی قدرتوں سے تعلق جوڑنے کی کوشش کریں دعا کے ذریعے پھر دیکھیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں، آپ کے منصوبوں میں، آپ کے اعمال میں برکت بھر دیتا ہے۔ تو یہ کام جو نماز اور ذکر الٰہی کا کام ہے یہ بھی دعا کے بغیر ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہر ماں باپ کا فرض ہے ہر وہ باشعور انسان جس تک میری آواز پہنچتی ہے وہ اپنے اوپر یہ فرض کرلے کہ **نماز کے معاملے میں اس نے خدا سے ضرور دعا مانگنی ہے** اور خدا کی مدد حاصل کرتے ہوئے اپنے گردوپیش نماز کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ''اصل بات یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی بدیوں اور بدکاریوں سے محفوظ کردے۔ انسان درد اور فرقت میں پڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو جس سے وہ اطمینان اور سکینت اسے ملے جو نجات کا نتیجہ ہے مگر یہ بات اپنی کسی چالاکی یا خوبی سے نہیں مل سکتی جب تک خدا نہ بلاوے یہ جا نہیں سکتا، جب تک وہ پاک نہ کرے یہ پاک نہیں ہوسکتا۔ بہتیرے لوگ اس پر گواہ ہیں کہ بارہا یہ جوش طبیعتوں میں پیدا ہوتا ہے کہ فلاں گناہ دور ہو جاوے۔ جس میں وہ مبتلا ہیں لیکن ہزار کوشش کریں دور نہیں ہوتا۔ باوجودیکہ نفس لوامہ ملامت کرتا ہے لیکن پھر بھی لغزش ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سے پاک کرنا خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے اپنی طاقت سے کوئی نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس کے لئے سعی کرنا ضروری امر ہے۔ (یعنی ہاتھ توڑ کے نہ بیٹھ رہے کوشش اور جدوجہد کرتا رہے) غرض وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور قرب سے دور جا پڑا ہے اس کو پاک کرنے اور دور سے قریب کرنے کے لئے نماز ہے۔ اس ذریعہ سے ان بدیوں کو دور کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دئے جاتے

ہیں ۔ یہی سر ہے جو کہا گیا ہے کہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے یا نماز فحشا اور منکر سے روکتی ہے۔ پھر نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے (یعنی خدا سے جو کچھ بھی طلب کیا جاتا ہے وہ سوزش کے ساتھ، جلن کے ساتھ طلب کیا جاتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ بدارادوں اور برے جذبات کو اندر سے دور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیض عام کے ماتحت پیدا کر دے۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ:۹۲۔۹۳)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''دعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔اس دعا کے ساتھ روح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرت احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے اور اسی کی ظل وہ نماز ہے۔''

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ دعا میں انسانی روح کا قیام، اس کا رکوع، اس کا سجدہ کا، اس کا ظاہر نماز اس کا ظل ہے یعنی اس کا عکس جو ظاہر میں پیدا ہوتا ہے وہ نماز ہے۔ اس میں سوچنے والی بات یہ ہے کہ بسا اوقات روشنی باہر سے آتی ہے اور اندر سایہ کرتی ہے لیکن وہ جو روشنی دل سے پیدا ہوتی ہے اس کا سایہ باہر گرتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نقشہ پیش فرمایا ہے کہ اندر روح ہے جو قیام کر رہی ہے اور دعا کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس کا ظل نماز کا قیام ہے۔ پس اگر وہ اندر کی روح موجود نہ ہو تو وہ قیام بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حقیقۃً سایہ ہے کسی اندرونی روشنی کا پھر تو وہ حقیقت ہے ایک لیکن اگر اندرونی روشنی کوئی موجود نہیں تو ظاہری نماز بھی غائب ہو جائے گی نظر سے یعنی خدا کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں رہے گی ایک فرضی وجود بن جائے گی۔ تو فرماتے ہیں کہ:

''وہ خدا کے حضور میں روح کھڑی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ

بھی کرتی ہے اور اس کی ظل وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھائی ہے اور روح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک ہیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے۔‘‘

اب یہ غور کریں اس بات پر کہ اگر قیام کو زندہ کرنا ہے نماز کے قیام کو تو اس کے لئے کونسی کوشش کرنی پڑے گی۔ اس کے لئے نماز سے باہر کی حالت کو نماز کے مطابق بناتے رہنے کی کوشش کرنا ہوگی اور جہاں تک قیام کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام یہ ہے کہ باہر کے وقت نماز کے علاوہ بھی ہر مصیبت کی برداشت اور خدا کا حکم ماننے سے متعلق اپنے آپ کو تیار کر کے رکھا کرو۔ ہر وقت یہ فیصلہ کرو دل میں کہ خدا کی طرف سے جو بھی ابتلا آئے جو بھی مشکل پڑے میں رضا کے ساتھ اس پر قائم رہوں گا۔ اس کا نام قیام ہے روح کا۔

’’اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کیلئے ہو جاتی ہے‘‘

اور یہ چیز روزمرہ کی زندگی میں پہلے ظاہر ہوتی ہے پھر نماز میں آتی ہے۔ یہ ہے وہ مضمون جس کو غور سے سمجھنا ضروری ہے۔ اگر باہر کی دنیا میں آپ کے تعلقات خدا کے سوا ہر غیر سے رہیں تو نماز میں داخل ہونے کے بعد یہ کیفیت بدل نہیں سکتی پھر ویسی ہی آپ کی نماز بنے گی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ نماز تمہاری بے رکوع رہے گی اس میں کبھی رکوع نہیں آئے گا خواہ جتنی دفعہ مرضی تم جھکو جس میں دنیا کی محبتوں اور تعلقوں سے تم جدا نہیں ہو سکے۔ پھر وہ جھکنا کیا ہے خدا کے حضور وہ ایک ظاہری طور پر کمر کا خم تو کہلا سکتا ہے مگر جس کو خدا رکوع قرار دیتا ہے وہ رکوع نہیں بنتا۔

’’اور اس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے خیال بکلی کھو دیتی ہے۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۲۳۔۲۲۴)

یعنی کامل انکسار خدا کے حضور اور کامل خشوع و خضوع اور اپنے نفس کو خدا کے حضور میں بالکل مٹا دینا اس کا نام سجدہ ہے۔ پس جس حد تک آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنے نفوس کو مٹاتے ہیں اور اپنے اندر عاجزی اور انکسار پیدا کرتے ہیں اور خدا کے سامنے اپنے آپ کو لاشئی محض دیکھتے ہیں۔

اس حد تک آپ کا نماز کا سجدہ بنے گا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ سایہ ہے اس اندرونی حالت کا۔ اگر اندرونی حالت پیدا ہی نہیں ہوئی تو سایہ کیسے بن جائے گا۔ تو نماز بنانے کا ایک ایک جس طرح اینٹ رکھ کر معمار ایک عمارت بناتا ہے اور سکھاتا ہے دوسرے کو کہ اس طرح عمارت بنائی جاتی ہے اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں نماز کی عمارت بنانے کے گر سکھا رہے ہیں۔

پس میں جماعت سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ ضرور نماز کی طرف ایک باشعور حالت کے ساتھ متوجہ ہوگی۔ صرف ظاہر کو قائم نہیں کرے گی بلکہ اس کی روح کے ذریعے اس کے قیام اور رکوع اور سجود کو قائم کرنے کی کوشش کرے گی اور اپنے گھروں میں یہ تذکرے کئے جائیں گے۔ اپنے بیوی بچوں عزیزوں سے ان باتوں پر گفتگو کی جائے گی انہیں پیار سے سمجھایا جائے گا اور اپنی نماز کی خصوصیت سے نگرانی کی جائے گی۔ آپ نگرانی جب تک شروع نہیں کرتے اس وقت تک آپ کو پتا ہی نہیں لگتا کہ یہ کیا باتیں ہیں۔ جب اپنے ذاتی تجربوں سے گزریں گے اپنی نماز کی خالی حالت کو دیکھیں گے طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہوگی، خوف پیدا ہوگا اور شعور بیدار ہوگا ایک نیا شعور وجود میں آئے گا۔ تب آپ کو پتا چلے گا کہ یہ کیا باتیں تھیں جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھی ہیں۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا آخر پر میں یہ یاددہانی کرانا چاہتا ہوں کہ اس عظیم الشان تاریخی مباہلے کا جس کا چیلنج تمام احمدیوں کی نمائندگی میں میں نے تمام دنیا کے مکذبین اور مکفرین کو دیا ہے نماز سے بھی ہے اور بہت گہرا تعلق نماز سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۳ر فروری ۱۹۰۶ء کو ایک ایسی رات الہام ہوا جبکہ بادل نہایت زور سے گرج رہے تھے اور خدا تعالیٰ کی ایک رنگ میں بیرونی طور پر قہری تجلی کا نظارہ تھا۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہوا ''اٹھو نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں''۔ (تذکرہ صفحہ: ۵۰۷)

پس اگر آپ دنیا کو بیدار کرنے لئے اور احمدیت کی طرف متوجہ کرنے لئے خدا تعالیٰ سے ایک ایسا عظیم الشان نشان چاہتے ہیں کہ دنیا قیامت کا نمونہ دیکھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے اور سارے اندھیرے جو تکذیب کے پھینکے جا رہے

ہیں وہ سارے چھٹ جائیں۔جس طرح سورج چڑھتا ہے تو رات کے لئے بھاگنے کے سوا مقدر کچھ نہیں رہتا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب میں جتنا ظلم پھیلایا جارہا ہے جتنی تاریکیاں پھیلائی جارہی ہیں خدا سے ایسا نشان مانگیں جو سورج کی طرح چڑھے اوران تاریکیوں کا تار پود بکھیر کر رکھ دے۔وہ کیسے حاصل ہوگا الہاماً خدا تعالیٰ نے خود بیان فرما دیا ہے یہ وہ طریق ہے۔

''اٹھو نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں۔''

پس میں امید رکھتا ہوں کہ ویسے بھی اس صدی کے اختتام پر سب سے زیادہ قابل توجہ امر نماز ہی تھی اور اسی کی طرف میں نے متوجہ کرنا تھا۔ یہ عجیب خدا تعالیٰ کی طرف سے تصرف ہوا ہے کہ ساتھ ہی چونکہ مباہلہ کا چیلنج دے دیا گیا ہے اوران دونوں کے تعلق کو خود خدا نے رؤیا کے ذریعے بھی مجھے سمجھا دیا کہ اگر مباہلہ کو عظیم الشان طریق پر کامیاب کرنا چاہتے ہو تو نمازوں کی طرف جماعت کو متوجہ کرو اور پھر اس الہام کی طرف بھی توجہ پھیر دی کہ اس کا بھی اسی سے تعلق ہے اس لئے میں خصوصیت کے ساتھ جماعت کو ایک دفعہ پھر تا کید کرتا ہوں کہ اس سال کو بشدت عبادت الٰہی کا سال بنا دیں جو ذکر الٰہی سے معمور ہو اور جس میں ہم خدا کی یاد کی لذتیں پائیں۔ اللہ کرے کے ایسا ہی ہو۔ آمین۔